وجوہ اعجاز قرآن اور نظریۂ صرفہ

سید محمد علی موسوی *

musavi1087@gmail.com

کلیدی کلمات: معجزہ، ضرورت، حقیقت، وجوہ اعجاز قرآن، نظریۂ صرف، تحریف قرآن۔

خلاصہ

اسلام، ایک فطری دین کی حیثیت سے انسانی عقل کو اپنی دعوت کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ یہ اپنی دعوت کو عقل کی بنیاد پر استوار کرتا ہے اور اپنی دعوت میں انسان کی ہدایت کے لئے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لاتا ہے تاکہ انسان اپنے فطری مقاصد کی طرف گامزن رہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام وہ لائحہ عمل لے کر آتے ہیں جس پر عمل کرنے میں انسانیت کی سعادت پوشیدہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ کس کے ہاتھوں میں انسان کی سعادت کی تحریر ہے اور کون نبی اور اللہ تعالی کافرستادہ ہے؟

اسی ضرورت کے تحت معجزہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔یعنی معجزہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون نبی ہے اور کون نہیں ہے۔ قرآن مجید سرکار انبیاء ﷺ کا دائمی معجزہ ہے۔ لیکن یہاں ایک بحث یہ ہے کہ قرآن کے اعجاز کا راز کیا ہے اور قرآن کس لحاظ سے معجزہ ہے؟ زیر نظر مقالہ میں قرآن کے اعجاز کے حوالے سے سید مرتضی علم الہدی نے ایک خاص نظریہ (نظریۂ صرفہ) پیش کیا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اس نظریہ کا بیان اور اس کا تنقیدی جائزہ شامل کیا گیا ہے۔

---

*۔ محقق موسّسہ پرتوی ثقلین، حوزہ علمیہ قم، ایران۔

معجزے کی حقیقت

عوام ہر غیر معمولی (Abnormal) چیز کو معجزہ قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے جادو، معجزہ، ارہاص اور کرامت میں فرق ڈالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تینوں غیر معمولی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید کس لحاظ سے معجزہ ہے اور اس کے اعجاز کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے تشکیلی اجزاء اور اس کی جنس و فصل کیا ہیں؟ اس حوالے سے مشہور متکلم خواجہ نصیر الدین طوسیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

و ظهور معجزة القرآن وغيره مع اقتران دعوة نبينا... معناه متواترا من المعجزات يعضده۔ (1)

ترجمہ: "اور ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعوت کا قرآن اور دوسرے معجزات کے ہمراہ ہونا، آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ اور چیلنج اور قرآن سے مقابلے کے تمام انگیزوں کے باوجود ناکام ہونا، قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور دوسرے معجزات جو تواتر معنوی سے نقل ہوئے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔"

اسی طرح سید مرتضیٰ علم الہدی نبوت کے باب میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: متى علم الله سبحانه أن لنا في بعض الافعال مصالح وألطافا... وجب بعثة الرسول لتعريفه، ولا سبيل إلى تصديقه الا بالمعجز۔ (2)

یعنی: "باب (نبوت کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا ضروری ہے) جب اللہ تعالی جانتا ہے کہ ہمارے بعض افعال میں ہمارے لئے مفادات اور الطاف پائے جاتے ہیں اور بعض میں ہمارے دینی مفاسد اور نقصانات پائے ہیں اور دوسری طرف ہماری عقل ہماری مصلحت اور نقصان کو سمجھنے سے قاصر ہے تو ضروری ہے کہ اللہ تعالی رسول بھیجے جو ہمیں ہمارے مصالح اور مفاسد سے آگاہ کریں اور نبی کی تصدیق کے لئے معجزہ کے علاوہ کوئی اور راستہ موجود نہیں ہے۔"

آگے چل کر آپ معجزے کی حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں: أن يكون خارقا للعادة، ومطابقا ... فلابد من دلالته على المصدق والا كان قبيحا (3) یعنی: "معجزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خارق عادت، نبی کے دعویٰ کے مطابق، اسی دعوی سے مربوط، اور اپنی مخصوص جنس یا خصوصیت کے ساتھ اُس کی مانند پیش کرنے سے لوگ عاجز ہوں اور یہ خدا کا فعل ہو یا خدا کی فعل کی مانند ہو؛ اور اگر معجزہ تصدیق کے مقام پر دکھایا جائے تو اسے ضرور معجزہ دکھانے والے کی صداقت پر دلالت کرنا چاہیے وگرنہ معجزہ کا واقع ہونا قبیح ہوگا۔"

معجزہ کی تعریف میں ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ: وَهِيَ فِي الشَّرْعِ: مَاخَرَقَ الْعَادَةَ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ... وَلَا عَلَى مِثْلِهَا وَلَا عَلَى مَا يُقَارِبُهَا(4) یعنی: "شریعت میں معجزہ: وہ قول یا فعل ہے جو خارق عادت (غیر معمولی) ہو، رسالت کے دعوی سے موافقت رکھتا ہو، اور اس کے ساتھ اور اس کے مطابق ہو، ابتداء میں چیلنج کے طور پر اس طرح پیش کیا جائے کہ کوئی دوسرا ویسا کر دکھانے پر یا اُس کے مثل یا اس کے مشابہ کر دکھانے پر قادر نہ ہو۔"

متکلمین کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معجزہ نبوت کی دلیل ہے۔ہر نبی معجزے کے ذریعے ہی اپنے دعوے کی تصدیق کراتا رہا۔ لہٰذا معجزہ میں مندرجہ ذیل خصوصیات کا ہونا ضروری ہے:

1. خارق عادت ہو۔ خارق یعنی عادت اور معمول کے خلاف ہو۔ خواہ وہ ایک عادی چیز کے واقع ہونے سے روکنے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو تب بھی معجزہ شمار ہوتا ہے۔
2. یہ خارق عادت اور غیر معمولی کام نبوت کا مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت کے طور پر پیش کرے۔
3. یہ غیر معمولی کام نبوت کے دعویدار کے دعویٰ کے مطابق ہو۔
4. اگر یہ نبوت کی دلیل نہ ہو تو یہ قبیح ہے۔

معجزے کے لئے ان تمام خصوصیات کا بیک وقت موجود ہونا ضروری ہے۔ ورنہ معجزہ نہیں ہے۔ اور ایسا معجزہ نبوت کی دلیل بن سکتا ہے جو ان تمام خصوصیات کا مجموعہ ہو۔ البتہ معجزہ اس وقت تک نبوت کی دلیل نہیں بن سکتا جب تک اس کے ساتھ نبوت کا دعوا اور خداوند متعال کی قدرت مطلقہ کا ضمیمہ ہمراہ نہ ہو۔ اس دلیل کو ایک منطقی قیاس کی شکل میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے:

اگر معجزے کا دکھانے والا نبی نہ ہوتا تو اللہ تعالی اپنی قدرت سے اسے اس خارق عادت چیز سے روکتا۔ لیکن اللہ تعالی نے نہیں روکا۔ نتیجہ یہ کہ: "نبوت کا مدعی، نبی ہے اور سچا ہے۔" اس قیاس کو ایک اور صورت میں بھی بیان کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ: معجزہ ایک خارق العادہ کام ہوتا ہے اور اللہ تعالی کا اس نبوت کے جھوٹے دعویدار کو خارق عادت کام دکھانے سے نہ روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکنا قبیح ہے۔ اور قبیح کا اللہ تعالی سے سرزد ہونا محال ہے۔ پس اللہ تعالی کا کسی شخص کو ایک خارق عادت چیز سے

نہ روکنا، اس کے سچے ہونے اور نبی ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا جو خارق عادت (غیر معمولی) چیز نبوت کے دعوے کے ساتھ پیش کی جائے وہ نبوت کی دلیل ہوتی ہے۔

دوسرے الفاظ میں قادر مطلق ہونے کی وجہ سے ہر فعل اللہ تعالی کی ذات سے منسوب ہے۔ کائنات میں کوئی تصرف اس کی چاہت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے اس خارق عادت چیز کا سرزد ہونا بھی اسی کے ارادے اور مرضی سے ہے۔ اب اگر کسی مدعی نبوت سے خارق عادت کا سرزد ہونا بھی اس کی مرضی سے ہے اور مدعی نبوت سے یہ سرزد ہوتا ہے تو اگر وہ مدعی جھوٹا ہو اور انسان کو دھوکہ ہو اور کسی کو غلطی سے نبی سمجھے تو یہ بھی خدا کی مرضی سے ہوگا جو کہ قبیح ہے۔

وجوہ اعجاز قرآن اور سید مرتضی کا نظریۂ صرفہ

یہاں سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کا معجزہ ہے تو اس کے اعجاز کی جہت کیا ہے؟ آیا قرآن مجید اس لئے معجزہ ہے کہ یہ کلام بھی بالکل اسی طرح ایک خارق عادت (غیر معمولی) کام ہے؛ جیسے شقّ القمر ایک خارق عادت چیز ہے؟ یا قرآن کے اعجاز کا رمز و راز کچھ اور ہے؟ مفسرین نے قرآن کریم کے اعجاز کے کئی اسباب و وجوہات بیان کی ہیں لیکن یہ سب اس لئے مخدوش ہیں کیونکہ ان سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید خارق عادت ہے۔ لیکن معجزے کے باقی اجزاء اور شرائط ان سے ثابت نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر وجوہ اعجاز میں محققین نے اب تک جن وجوہات کا ذکر کیا ہے ان میں آنحضرتؐ کی شخصیت ،فصاحت اور بلاغت ،اعجاز معانی ،عدم وجود اختلاف، غیب کی خبریں، دقیق سائنسی معلومات، فنّی تخلیقات اور عددی اعجاز وغیرہ شامل ہیں۔

لیکن قرآن مجید میں ان تمام وجوہات کے موجود ہونے کے باوجود بھی اگر قرآن کو اعجاز کو محض خارق عادت ہونے میں منحصر کر لیا جائے تو اس کا نظیر لانا ممکن ہوگا۔ کیونکہ خارق العادہ ہونا نبوت کی دلیل کا ایک حصّہ اور قیاس کا ایک مقدمہ ہے۔ جب تک اس کے ساتھ دیگر مقدمات ضمیمہ نہ ہوں اس وقت تک یہ نبوت کی دلیل نہیں بن سکتی اور اسے معجزہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اثبات نبوت کی دلیل میں اسی کمی کو سامنے رکھتے ہوئے سید مرتضیؒ نے اعجاز قرآن کی وجوہ میں " نظریۂ صرفہ " پیش کیا۔ ان کے مطابق :

إن العرب اذا تأملوا فصاحة القرآن وبلاغته ، ووجدوا ما يتمكنون منه في عاداتهم من الكلام الفصيح ... علموا أن الله تعالى خرق عاداتهم ، بأن صرفهم عن المعارضة التي كانت لولا الصرف متأتية . (5)

یعنی: "جب عرب قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت میں غور کیا تو دیکھا کہ اس میں ان کے عادی فصیح کلام جیسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن پر وہ قادر ہیں اور یہ امر قرآن کو اس کے خارق عادت ہونے سے نکال دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عربوں نے احساس کیا کہ وہ اس کلام کے مقابلے سے عاجز ہیں، حالانکہ ان کے اندر اس مقابلہ کی شدید خواہش اور انگیزہ بھی پایا جاتا تھا۔ اس سے عرب جان گئے کہ اللہ تعالی نے ان کی عادات کو توڑا ہے کچھ اس طرح کہ ان کو قرآن کے مقابلے سے روکا ہے کہ اگر یہ (الہی) رکاوٹ نہ ہوتی تو ان کے لئے اس کلام کا معارضہ ممکن تھا۔ "

سید مرتضیؒ کی مراد یہ ہے کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت اس کے معجزہ ہونے کے لئے کافی نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ اللہ تعالی کا یہ ارادہ کہ اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے، ضمیمہ نہ ہو۔ کیونکہ معجزے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا محال ہو۔ جبکہ کلام جتنا بھی فصیح ہو اس کا مقابلہ ممکن ہے اور اس کی نظیر لائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے اب تک کوئی اس کی نظیر نہ لا سکا ہو لیکن آئندہ لے آئے۔ جبکہ معجزہ کا نظیر لایا جانا آئندہ بھی محال ہے۔ اس طرح ہر خلاف عادت اور غیر معمولی چیز کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ جب تک اس کو کسی نبی کی نبوت پر دلیل کے طور پر پیش نہ کیا جائے وہ معجزہ نہیں ہے۔

نظریۂ صرفہ کا تنقیدی جائزہ

اگر سید مرتضی کے اعجاز قرآن کے باب میں اس نظریہ کا دیگر محققین کے نظریات سے مقایسہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کئی محققین کے بر خلاف، محقق طوسیؒ نے نہ تنہا اس نظریہ کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کی ضمنی تصدیق بھی فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: وإعجاز القرآن قيل لفصاحته، وقيل لأسلوبه وفصاحته، وقيل للصرفة، والكل محتمل. (6) یعنی: "قرآن کا اعجاز کچھ نے اس کی فصاحت کو قرار دیا ہے۔ کچھ نے اس کے اسلوب اور فصاحت دونوں کو اور کچھ نے صرفہ کو وجہ اعجاز قرار دیا ہے۔ اور ان سب اقوال کی صحت کا احتمال پایا جاتا ہے۔ "

اگرچہ محقق طوسی اس نظریہ کو رد نہیں کیا تاہم انہوں نے قرآن کے اعجاز میں تینوں مذکورہ اقوال کو مساوی احتمالات قرار دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ "صرفہ" معجزے کے استدلال میں بنیادی رکن کی حیثیّت رکھتا ہے۔ کیونکہ معجزے میں صرفہ کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالی کی تکوینی مشیّت کی طرف اشارہ ہے، جس کے بغیر معجزہ، معجزہ نہیں ہو سکتا۔

باقلانی کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جو نظریۂ صرفہ کے منکر ہیں۔ باقلانی کا کہنا ہے کہ: ومما يبطل ما ذكروه من القول بالصرفة أنه لو كانت المعارضة ممكنة، و إنما منع منها الصرفة لم يكن الكلام معجزا. (7) یعنی: "قول صرفہ کے باطل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اگر قرآن کا معارضہ ممکن ہو تو یہ کلام معجزہ نہیں رہے گا۔" لیکن باقلانی کے اس اشکال کا جواب گذشتہ مطالب سے واضح ہے۔ کیونکہ کوئی معجزہ اللہ تعالی کے ارادے سے قطع نظر، معجزہ نہیں ہو سکتا، خواہ اس میں کتنی ہی امتیازی خصوصیات کیوں نہ پائی جاتی ہوں اور اس میں قرآن کریم اور دیگر معجزات میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

لہٰذا متکلمین نے اعجاز قرآن کی جتنی وجوہ بیان کی ہیں، جب تک ان میں صرفہ کا رکن نہ ڈالا جائے اعجاز قرآن کی وجوہ نہیں بن سکتی۔ البتہ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جن وجوہات کو ذکر کیا ہے ان کی ضرورت ہی نہ ہو۔ کیونکہ اگر عام کلام سے کچھ فرق ہی نہ ہو تو پھر چیلنج ممکن نہیں۔ لہٰذا ان وجوہات میں سے ایک ہی کافی ہے کہ قرآن مجید سے نبوت کے منکرین کو چیلنج کیا جا سکے۔

آیۃ اللہ العظمی خوئیؒ کا شمار بھی ان محققین میں ہوتا ہے جنہوں نے نظریۂ صرفہ پر اعتراضات کیے ہیں۔ آپ کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ: ... لان الصرفة التي يقولون بها ... فهو معنى صحيح، ولكنه لا يختص بالقرآن، بل هو جار في جميع المعجزات۔ (8) یعنی: "یہ نظریہ بہت ہی کمزور ہے: سب سے پہلے تو اس لئے کہ: صرفہ کے جس نظریہ کے لوگ قائل ہیں اگر ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی لوگوں کو قرآن کی مثل لانے کی طاقت دینے کے بعد انہیں اس طاقت کے استعمال سے منصرف کر دے تو یہ بات اگرچہ (فی نفسہ) صحیح ہے، لیکن یہ بات قرآن مجید سے مخصوص نہیں، بلکہ تمام معجزات میں پائی جاتی ہے۔"

لیکن آقا خوئی کا یہ اشکال اس لئے وارد نہیں ہے کیونکہ واضح ہے کہ نظریہ صرفہ کا قائل بھی یہی کہتا ہے کہ قرآن مجید اگرچہ خارق عادت ہے لیکن اللہ تعالی کے لوگوں کو اس کی مثل لانے سے منصرف کرنے کا

معاملہ نہ ہو تو اس کی نظیر لانا ممکن ہے۔ اسی طرح قرآن اور باقی معجزات میں اس حوالے سے کوئی فرق نہیں۔ نظریہ صرفہ پر آقا خوئی کا دوسرا اشکال یہ ہے کہ: لانه لو كان إعجاز القرآن بالصرفة لوجد في كلام العرب... كشف ذلك عن كون القرآن بنفسه إعجازاً إلهيا، خارجاً عن طاقة البشر. (9)

یعنی: "دوسرا اعتراض یہ ہے کہ: اگر قرآن مجید کے اعجاز کا سبب "صرفہ" ہوتا تو نبی اکرمؐ کے چیلنج اور آپ کے عربوں سے قرآن کی مانند کلام پیش کرنے کے مطالبے سے قبل سابقہ عربوں کے کلام میں قرآن کی نظیر کلام پایا جاتا۔ اور اگر ایسا کلام پایا جاتا تو یقینا یہ کلام نقل ہوتا اور تواتر سے معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس کے نقل کرنے کے انگیزے بکثرت موجود تھے۔ لیکن چونکہ ایسا کلام عربوں کے ہاں پایا نہیں گیا اور نہ نقل ہوا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن الٰہی معجزہ ہے اور انسان کی طاقت سے باہر ہے۔"

لیکن آقا خوئی کے اس اعتراض کا جواب بھی واضح ہے۔ کیونکہ اگر ماضی میں قرآن کی نظیر کلام نہ تھا یا نہ لایا جاسکا تو اس سے صرفہ کا نظریہ باطل نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کا خارق عادت ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ کہ اعجاز۔

نظریہ صرفہ اور تحریف قرآن

اگر قرآن مجید کے اعجاز کے باب میں صرفہ کے نظریہ کو مان لیا جائے تو اس نظریے کا لازمہ قرآن کی تحریف کا محال ہونا ہے۔ کیونکہ قرآن معجزہ ہے اور اللہ تعالی کا تکوینی فعل ہے۔ اس لئے اس میں کمی یا بیشی ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر قرآن میں کمی یا بیشی ممکن ہو تو لازم آتا ہے کہ قرآن معجزہ نہ ہو۔ حالانکہ قرآن مجید معجزہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنا عَلى عَبْدِنا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَ ادْعُوا شُهَداءَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

یعنی: "اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کا جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلالو۔ اگر تم

اپنے دعوے اور خیال میں سچے ہو۔ اگر تم ایسا نہ کرسکے اور یقینا نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جسے کافروں کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔" (10)

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ (11)

یعنی: " کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسے پیغمبر نے گھڑ لیا ہے تو کہہ دیجئے کہ تم اس کے جیسا ایک سورہ لے آؤ اور خدا کے علاوہ جسے چاہو اپنی مدد کے لئے بلالو اگر تم اپنے الزام میں سچے ہو۔"

خلاصہ یہ کہ اس نظریہ کی رو سے تحریف قرآن کے بارے موجود شیعہ اور سنّی روایات کا جواب واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایات یقیناً جعلی ہیں۔ کیونکہ ان روایات کو تسلیم کرنے کی صورت میں قرآن میں تحریف کا امکان لازم آتا ہے، حالانکہ نظریۂ صرفہ کی روشنی میں قرآن مجید کا اعجاز اسی میں ہے کہ اس میں تحریف سے بھی اللہ تعالی ہر بشر کو منصرف کر دیتا ہے۔

حوالہ جات

1۔علامۃ حلی: کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد ص۴۸۰
2۔شریف مرتضی: رسائل المرتضی مجلد ۳ ص۱۸۔
3۔شریف مرتضی: رسائل المرتضی مجلد ۳ ص۱۸-۱۹
4۔احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی ابوالعباس: الفرقانُ بینَ اولیاءِ الرّحمٰنِ واولاءِ الشَّیطانِ ص ۶ محقّق: علی بن نایف الشحود
5 ۔شریف مرتضی: رسائل المرتضی مجلد 1 ص 348 ط: مطبعۃ سید الشہداء – قم ط: 1405ق۔
6 ۔علامۃ حلی: کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد ص484
7 ۔باقلانی (403ق): إعجاز القرآن ص 26 ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت 1421ق
8 ۔سید ابو القاسم الخوئی: البیان فی تفسیر القرآن ص83 ط: دار الزہراء بیروت – لبنان 1395 ق
9 ۔ایضا۔
10 ۔سورہ بقرۃ آیت 23-24
11 ۔سورہ یونس آیت 38